Fikr-o-Nasar (Islamabad) 9:6 (1971)

سرمایہ و محنت

شوکت سبزواری

تیرہ سو سال پہلے، جب اسلام کی آواز جزیرہ نمائے عرب سے بلند ہوئی، سرمایہ و محنت میں کوئی کش مکش نہ تھی اور نہ وہ خروش ہی تھا جس کا ذکر اقبالؒ نے کیا ہے - ع

اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

لیکن شارع کی نظر سے مادی دنیا کا یہ خوابیدہ فتنہ اوجھل نہ تھا، جس نے صدیوں بعد مغرب سے سر اٹھایا۔ وہ جانتا تھا کہ سرمایہ و محنت کی شور انگیز و فتنہ خیز آویزش، تہ آب طوفانی لہروں کی طرح، خاموشی کے ساتھ پرورش پا رہی ہے۔ اس لئے اس کا امکان تو نہ تھا کہ جو چیز قوت سے فعل میں نہیں آئی، اور ہنوز پردۂ خفا میں ہے، اس کی شکنوں کو کھولا جاتا، اور فتنہ خوابیدہ کا بیداری سے پہلے ہی انسداد کر دیا جاتا۔ ایمائی انداز میں اس کی طرف صرف معنی خیز اشارے کئے جا سکتے تھے اور بس۔ سو جہاں تک میں غور کرتا ہوں قرآن کریم میں سرمایہ و محنت سے متعلق ہمیں بہت سے معنی خیز لیکن مخفی اشارے ملتے ہیں۔ اگر ہم تعمق سے کام لیں اور ان مخفی اشاروں کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں تو اس دشوار مسئلے کا ایک سادہ اور آسان سا اسلامی حل نکل سکتا ہے۔

لیکن ان اشاروں کو اجاگر کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ سرمایہ سے کیا مراد ہے؟ جدید معاشیات میں سرمایہ کسے کہتے ہیں۔ سرمایہ معاشیات کی اصطلاح ہے اس لئے سب سے پہلے اس کے اس اصطلاحی مفہوم کی تعیین کرنی ہوگی۔ اس کے بعد ہی قرآنی اشاروں پر نظر کر کے، انہیں اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

سرمایہ ویسے تو بہت پرانا لفظ ہے۔ فارسی (اردو) میں عرصے سے استعمال ہو رہا ہے۔ لیکن

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اصطلاح کے اعتبار سے یہ کچھ زیادہ پُرانا نہیں۔ تھوڑا عرصہ ہُوا کہ ہم نے انگریزی لفظ CAPITAL کی جگہ اور اس کے معنوں میں اسے استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ اس کی تشریح کے لئے ہمیں لفظ "کیپٹل" کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ معاشیات میں اس کے کیا معنی ہیں اور کب یہ لفظ اپنے ان معنوں میں استعمال ہُوا۔ "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" نے اس لفظ کے اصطلاحی معنوں پر تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ پیدا کردہ دولت جو مزید پیداوار کے لئے استعمال میں آئے CAPITAL ہے۔ "PRODUCED WEALTH USED FOR FURTHER PRODUCTION"

(جلد ۴. ص ۷۹۹)۔ اس سے معلوم ہُوا کہ سرمایہ کے دو بنیادی عناصر ہیں جن کی بنا پر سرمایہ کو سرمایہ کہا گیا۔ ۱۔ پیدا کردہ دولت۔ ۲۔ مزید پیدا کرنے کا وسیلہ۔

جامع تاریخی لغت "آکسفورڈ ڈکشنری" کی تشریح سے پتا چلا کہ پیدا کردہ کے معنی ہیں ذخیرہ کردہ، جسے مزید دولت پیدا کرنے کے لئے جمع کیا جائے۔

"ACCUMULATED WEALTH EMPLOYED REPRODUCTIVELY"

یہ لفظ ان معنوں میں سب سے پہلے سترہویں صدی عیسوی میں (۱۶۳۰ء کے لگ بھگ) استعمال ہُوا۔ یعنی اس زمانے میں جب یورپ میں صنعت کاری کی داغ بیل پڑنی شروع ہوئی اور دولت نے دولت کو جنم دینے کا ڈول ڈالا۔ اس کے تقریباً ایک صدی بعد انگلستان میں صنعتی انقلاب آیا جس نے پیداواری دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی، اور سرمایہ کو بیش از بیش اہمیت دے کر انسانی معاشرے کا رُخ سرمایہ دارانہ معیشت کی طرف موڑا۔

پیداوار یا کاروبار کی چار وحدتیں (UNITS) ہیں جن کا ذکر ماہرین معاشیات نے کیا ہے۔ (۱) زمین، (۲) محنت، (۳) سرمایہ، (۴) تنظیم۔ ان میں سرمایہ کمزور تر پیداواری وحدت ہے۔ ماہرین اس کے مقابلے میں محنت کو اہم، لابدی یعنی ناگزیر بتاتے ہیں۔ صحیح تناظر میں رکھنے اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے ان کی قدر و قیمت متعین کرنے کے لئے کیا یہ ضروری نہ ہوگا کہ لگے ہاتھوں محنت کے جدید تر اصطلاحی مفہوم سے بھی آگاہی حاصل کر لی جائے۔ اس کے قدیم تر مفہوم سے تو بہرحال ہم آگاہ ہی ہیں۔

سرمایہ کی طرح محنت بھی ترجمہ ہی ہے ایک انگریزی لفظ LABOUR کا، اس لئے اس کے

مفہوم کے تعیین کے لئے بھی اس انگریزی لفظ کے اصطلاحی مفہوم کا کھوج لگانا پڑے گا۔"لیبر" کے اصلی معنی تو ہیں انسانی توانائی (HUMAN ENERGY) جو شعوری طور سے کسی مقصد مثلاً تحصیل معاش کے لئے صرف ہو، لیکن اس سے بطور مجاز وہ افراد مراد لئے جاتے ہیں جو اپنی ذہنی صلاحیتیں، خصوصیت کے ساتھ جسمانی قوتیں، پیداواری عمل برقرار رکھنے کے لئے وقف کر چکے ہیں۔اس دوسرے مفہوم کے لئے ہم اُردو میں عام طور سے محنت کش کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

۳

آیئے اب اس تمہید کے پس منظر میں قرآنی اشاروں کو روشن کرنے کی کوشش کریں۔سب سے پہلے سرمایہ کو لیجئے۔قرآن حکیم نے سرمایہ کے قدیم مفہوم میں "مال" کا لفظ استعمال کیا ہے جو م ے ل" بمعنی جھکاؤ سے ماخوذ ہے۔امام راغب اصفہانی تو " مائل الی الفناء" کے معنی لے کر "مال" کے معنی فانی و زائل بتاتے ہیں۔

"والمالُ سمّی بذلک لکونہ مائلاً ابداً وزائلاً۔"

میں سمجھتا ہوں مال کو اس لئے مال کہا گیا کہ انسان سدِ حاجت یعنی ابتدائی بشری حاجت براری کے لئے مال کی طرف جُھکتا اور اس کے حصول کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرتا رہا ہے۔قرآن کریم نے مال کی اس خصوصیت کی طرف ذیل کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔ارشاد ہُوا ہے:۔

جَمَعَ مالاً وَعَدَّدَہٗ۔	انسان نے دولت کو سمیٹا اور گن گن کر رکھا۔

کسی چیز کی مقدار پر نظر رکھنا اور اُسے شمار کرتے رہنا علامت ہے اس بات کی کہ اس کی روزافزونی پیش نہاد خاطر ہے۔

مال و منال سرمایہ حیات ہے جیسا کہ ارشاد ہُوا ہے:۔

انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ و تفاخر منکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔	بے شبہ دنیاوی زندگی عبارت ہے لہو و لعب، زینت، باہمی تفاخر اور مال و اولاد کے تکاثر سے۔

اور زیب و زینت حیات بھی ہے:۔

المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا۔	مال و اولاد کو زینتِ حیاتِ دنیاوی سمجھیئے۔

لیکن قرآن اسے پسند نہیں کرتا کہ مال کو جمع کیا جائے اور مال کے ذریعے سے مال کی تحصیل کی جائے۔ سرمایہ کے ان دو عناصر کا تمہید میں ذکر کیا گیا تھا۔ اسلام نے کھلم کھلا ان دونوں کی نفی کی ہے۔ دولت اسلام میں ذخیرہ کرنے کے لئے نہیں سدِ حاجت کے لئے ہے، کمائی کے لئے نہیں حصولِ آخرت کے لئے ہے۔ زندہ رہنے کے لئے دولت حاصل کی جاتی ہے۔ دولت حاصل کرنے کے لئے زندگی بسر نہیں کی جاتی۔

قرآن کریم نے ایک طرف تو زائد از ضرورت دولت کے خرچ کرنے کا (جسے آسانی سے خرچ کیا جا سکے) امر فرمایا ہے۔

یسئلونك ماذا ینفقون، قل العفو۔	یہ آپ سے پوچھتے ہیں وہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو (اور جسے تم آسانی سے خرچ کر سکو)۔

دوسری طرف اکتناز یعنی ذخیرہ کرنے پر وعید فرمائی ہے:۔

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم۔	جو لوگ سونے چاندی کو ذخیرہ کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

دولت جمع ہو کر ہی مزید دولت پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی، شاید اسی لئے اسلام نے گوارا نہ کیا کہ دولت جمع کی جائے، اور ایک مقام پر تو صراحت کے ساتھ یہ بھی فرما دیا گیا کہ دولت کو کسی ایک جگہ جم کر یا گھر کر نہیں رہنا چاہیئے۔

کئے لا یکون دولۃً بین الاغنیاءِ منکم۔	تاکہ مال امیروں ہی میں گردش کرتا نہ رہے۔

دولت کی پیداواری حیثیت بھی اسلام میں بڑی حد تک مشتبہ ہے۔ آیت "ربا" اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ کفار کہا کرتے تھے کہ بیوپار اور ربا میں کوئی فرق نہیں۔

انما البیع مثل الربٰوا۔	بیوپار بھی تو ربا ہی کی طرح ہے۔

بیوپار منفعت بخش ہے، اور سودی کاروبار بھی۔ قرآن کریم نے بیوپار اور سودی کاروبار میں فرق

کرتے ہوئے فرمایا:۔

احلّ اللّٰہ البیع وحرّم الربٰوا۔ اللہ نے بیوپار کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔

بیوپار اور سودی کاروبار میں فرق ہے۔ بیوپار کی منفعت مبنی ہے کسب و محنت پر اس لئے حلال اور طیب ہے۔ سودی کاروبار کا تعلق سرمایہ اور اس کی پیداوار سے ہے اس لئے ناروا اور حرام ہے۔ محنت سے تیار کی ہوئی چیز کا تبادلہ بیوپار ہے۔ روپیہ سے روپیہ کا تبادلہ سودی کاروبار۔ چیز کا روپیہ سے تبادلہ ہو سکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن روپیہ سے روپیہ کے تبادلے کی اجازت نہیں۔ اس سے مال کی محبت دل میں گھر کرتی ہے۔

۴

آیئے اب محنت کو لیں۔ قرآن کریم نے محنت کے لئے "کسب" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں طلب و جستجو۔ لیکن عرف عام میں، جیسا کہ لسان العرب اور مجمع البحار میں ہے، روزی اور روزگار کی طلب کا نام کسب ہے۔

"والکسبُ الطلب والسعی فی طلب الرزق والمعیشۃ"۔

اپنی روزی کی طلب ہو یا دوسرے کی روزی کی۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ "کسب" اور "اکتساب" میں فرق ہے۔ "اکتساب" اپنے لئے ہوتا ہے اور "کسب" اپنے لئے بھی ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی۔ شاید اسی لئے کسب کی پیداواری حیثیت واضح کرنے کے لئے قرآن کریم نے خاص طور سے اکتساب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ مردوں کو اس میں سے ملے گا جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو اس میں سے جس کا انہوں نے کسب کیا۔

مطلب یہ کہ انسان بجا طور سے صرف اس چیز کا استحقاق رکھتا ہے جسے اس نے اپنے دست و بازو سے کمایا ہو۔

اس آیت کے عام معنی مراد لیں تو اس سے بیک وقت دو نتیجے برآمد ہوں گے:۔

اوّل یہ کہ پیداواری وحدت دراصل کسب یعنی عمل ہے۔

دوم یہ کہ انسان صرف اس چیز کا مستحق ہے جس کو اس نے کمایا اور اپنے عمل سے حاصل کیا ہو۔

پیداوار کا اصل ذریعہ سرمایہ نہیں جو اپنی جگہ خود ایک پیداوار ہے، کسب اور عمل پیداوار کا ذریعہ ہے۔ اس کی روشنی میں حضورؐ کے اس فرمان پر نظر کی جائے:۔

اِنّ اطیب ما یاکل الرجلُ من کسبہ و اِنّ ولدہٗ من کسبہ۔ (مجمع البحار ج ۴، ص۲۱۱)	سب سے زیادہ پاک اور حلال روزی انسان کی اپنی کمائی ہے اور اس کا بیٹا بھی تو اس کی کمائی ہی ہے۔

تو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ حضورؐ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ عام پیداوار میں حصہ لے اور اس بارے میں اپنا کردار ادا کرے۔ ضعیف و ناتوان البتہ اپنی اولاد کی محنت پر تکیہ کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کی اولاد کی محنت خود اس کی اپنی محنت ہے۔

اس کی وضاحت بھی حضورؐ ہی کے ایک فرمان سے ہوتی ہے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا:۔

ایّ الکسب اطیبُ یارسول اللّٰہ۔	حضورؐ! پاک ترین روزی کون سی ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

عمل الرجلِ بیدہٖ۔	انسان کی اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی۔

ایک طرف تو مال و دولت کو ہیچ قرار دیا گیا اور اس کی جمع آوری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا:۔

ورحمۃ ربکؐ خیر مما یجمعون۔	خدا کی رحمت مال و دولت کی جمع آوری سے بہت بہتر ہے۔

دوسری طرف انسان کو محنت اور کسب کی ترغیب دلائی گئی اور اس پر اس کی ستائش کی گئی۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ پیداواری وحدت اسلام میں محنت ہے یا کم سے کم برتر اور بہتر وحدت محنت ہے۔ محنت اہم ہی نہیں ناگزیر بھی ہے۔